تفسیر التبیان (علامہ کاظمی) کا منہج و اسلوب کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study Of The Manner And Style Of Tafsir Al-Tabayan

[1] Muhammad Safdar

Abstract:

The Holy Qur'an is such an endless sea whose facts and mysteries cannot be exhausted and cannot be completely written down in one place. This book dominates the sciences of the first and last. In it, there is a description of everything. While describing the importance of learning the Qur'an, the Messenger of Allah (peace and blessings of Allah be upon him) said, "The best among you is the one who learns the Holy Qur'an and its knowledge."

It is also clear that teaching the Qur'an includes the interpretation of its demands. From the first century to the present day, thousands of scholars have spent their lives on this mission because the knowledge of interpretation and hadith is the best of all sciences .Also, it is difficult to find an example of the efforts made by the Muslims commentators regarding the service of the Qur'an. But despite this, it is knowledge of the breadth of its meanings and concepts that every commentator finds new meanings in its interpretation and explanation.

[1] (M.Phil Research Scholar Faculty of Usuluddin International Islamic University Islamabad)

There he expresses his wonder and says that it is not possible to estimate the extent and depth of his understanding, and his mysteries are endless. In this article, by the great exegete and muhadith, Allama Syed d Ahmad Saeed Kazmi, research has been done on the style and style of the Tafsir Al-Tabayan Para 1. The exegeter has followed the rules that are considered essential for a commentator.

Keywords: Quran, Syed Ahmad Saeed Kazmi, Commentator, Principles

قرآن کریم ایک ایسا بحر بے کنار ہے جس کے حقائق اور اسرار و رموز ختم نہیں ہو سکتے اور نہ کسی ایک جگہ مکمل

ضبط تحریر میں لائے جاسکتے ہیں۔ یہ کتاب اولین و آخرین کے علوم پر حاوی ہے۔ اس میں ہر خشک و تر چیز کا بیان موجود ہے۔ تعلیم قرآن کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**خیرکم من تعلم القران وعلمه**" تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور اس کی تعلیم دے۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ تعلیم قرآن میں اس کے مطالب کی تشریح و تفسیر شامل ہے قرن اولیٰ سے لیکر عصر حاضر تک ہزاروں اہل علم نے اس مشن میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں کیوں کہ علم تفسیر و حدیث تمام علوم میں اشرف علم ہے۔ یہ بھی کہ خدمت قرآن کے حوالے سے جو مساعی امت محمدیہ نے کیں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ مگر اس کے باوجود اس کے معانی و مفاہیم کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ہر مفسر جہاں اس کی تفسیر و توضیح میں نئے معانی کا ادراک کا کرتا ہے وہاں وہ اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اس کے مفاہیم کی حد اور گہرائی کا اندازہ لگانا ممکن نہیں اور اس کے اسرار و رموز لامتناہی ہیں۔

اس آرٹیکل میں سب سے پہلے مفسر کا تعارف، اس کے بعد تفسیر کا تعارف، معروف مناہج تفسیر، اسلوب بیان، اس کی امثلہ اور آخر میں نتیجہ البحث اور سفاشات پیش کی جائیں گی۔

تعارف مفسر:

زیر تبصرہ کتاب کے مصنف کا اسم گرامی علامہ سید احمد سعید کاظمی ہے۔ محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی جیسے اصحاب علم و فضل علماء و مشائخ نے آپ کو جوانی میں ہی غزالئ زماں، رازی دوراں جیسے عظیم القاب سے ملقب فرمایا۔ 13 مارچ 1913 کو امروہہ، ضلع مراد آباد، انڈیا میں پیدا ہوئے۔ چند اسباق کے سوا تمام علوم و فنون اپنے برادر اکبر حضرت سید محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کئے جو عظیم مفسر و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ سبعہ عشرہ کے بہترین قاری بھی تھے۔ قیام پاکستان سے قبل ملتان میں ملک پاکستان کی عظیم الشان درسگاہ جامعہ اسلامیہ عربیہ انوارالعلوم ملتان کی بنیاد رکھی۔ 1952 میں مسلم لیگ کے صوبائی اجلاس میں سرکاری سطح پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی باضابطہ قرارداد آپ نے پیش کی۔ ہر اسلامی تحریک میں آپ کا قائدانہ کردار رہا۔ تنظیم المدارس اہل سنت کے بانی صدر تھے۔ آپ کے شاگردوں میں شارح بخاری و مسلم علامہ غلام رسول سعیدی، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، جسٹس شجاعت علی قادری، ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمن وغیرہ ہزاروں علماء ہیں۔ آپ گیارہ سال جامعہ اسلامیہ بہاولپور (اسلامیہ یونیورسٹی) میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے 4 جون 1986 کو وصال فرمایا۔ اسی دوران کئی مذہبی، سیاسی، سماجی اور رفاہ عامہ کی تنظیمات کی بنیاد رکھی جو کہ آج بھی ملک و ملت کی ترقی و نکھار میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ آپ بالغ النظر اور صائب الرائے عالم ہونے کی بنا پر تمام علمی حلقوں میں احترام و عقیدت کی نظر سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ آپ کی **تصانیف** میں ترجمۃ القرآن البیان، تفسیر التبیان، مقالات کاظمی، خطبات کاظمی اور دیگر اہم و فکری موضوعات پر مشتمل کئی کتب و رسائل ہیں۔

تعارف تفسیر:

تفسیر التبیان پارہ اول 380 صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں تین صفحات پر فہرست عنوانات ہیں۔ ایک صفحہ پر جانشین غزالیٔ زماں حضرت پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی صاحب کی طرف سے ابتدائیہ بنام اظہار تشکر ہے۔ پہلے پارہ کی سات آیات 120، 121 اور 137 تا 141 تک آپ کے خلف الرشید علامہ سید ارشد سعید کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان نے تحریر فرمائی۔ اس کا پہلا ایڈیشن 1993 میں شائع ہوا۔ بعد ازاں اسکے مختلف ایڈیشن بھی شائع ہوئے ہیں۔ آخری 11 صفحات پر فہرست ماخذ و مراجع ہے۔

معروف مناہج تفسیر

مفسرین کرام نے تفسیر قرآن میں جو مناہج اختیار کئے ان میں خاص بات یہ ہے کہ جو جو مفسر جس فن میں مہارت تامہ رکھتا اس فن میں اس نے تفسیر قرآن کی۔ کسی نے تفسیر فقہی کرتے ہوئے اس میں فقہی احکام و مباحث کو جمع کیا اور مسائل فقہ کا استنباط کیا۔ کسی نے علم النحو و صرف میں اپنی مہارت کا لوہا منوایا اور ہر لحاظ سے کلام الٰہی کی موجزانہ شان کا اعتراف کیا۔ بعض نے تفسیر اشاری اور بلاغی کا منہج اختیار کیا اور ایسے ایسے اقوال ذکر کئے کہ جو وجدان اور ریاضت سے مطابقت رکھتے ہیں تو بعض نے کلامی اور تاریخی و ادبی تفسیر کا اسلوب اپنایا۔

دور حاضر میں لکھی جانے والی ایک منفرد تفسیر جو کہ مکمل تو نہیں ہو سکی، اس کا صرف ایک پارہ مکمل کیا جا سکا

لیکن مفسر علیہ الرحمہ نے جس خوبصورتی اور سلاست و روانی کی ساتھ اس میں ان تمام علوم و فنون کو بیان کیا جو ایک مفسر کے لیے ضروری قرار دیئے گئے ہیں۔ میری مراد ہے تفسیر التبیان پارہ اول۔ جس کے مصنف دور قریب کے عظیم مفسر و محدث، غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ہیں۔

اسلوب بیان:

"التبیان مع البیان" علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کی تصانیف میں ایک قابل رشک تصنیف ہے۔ آپ کا ایک خاص امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ نے تفسیر قرآن کے لئے مفسرین کے مقرر کردہ اسالیب میں سے ہر اسلوب کو اپنایا جس سے آپ کے تبحر علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس تصنیف میں آپ نے تفسیرالقرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالسنۃ، تفسیر القرآن بالاثار الصحابۃ و التابعین، دیگر علوم وفنون کی روشنی میں کلام فرمایا اور اپنی خداداد صلاحیتوں کا بھرپور اظہار فرمایااور صرف تفسیر قرآن پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ قرآن پاک کے اعجازی، بلاغی، صرفی، نحوی، کلامی عقدوں کو حل کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن پاک پر وارد ہونے والے اعتراضات کا سہل سے سہل انداز میں جواب دیا۔ حسب آیت تفسیر اشاری وفقہی کے اسلوب کو اپناتے ہوئے صوفیانہ اقوال و اشادات نقل کئے اور فقہی احکام کو واضح کیا۔

تفسیر القرآن بالقرآن:

مفسرین کے نزدیک تفسیر قرآن کے لئے سب سے پہلا درجہ تفسیر القرآن بالقرآن یعنی قرآن کی قرآن کی ساتھ تفسیر کرنا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن پاک کا بعض حصہ اپنے بعض حصہ کی تفسیر اس طرح کرتا ہے کہ ایک مقام پر ایک واقعہ مختصر ذکر ہوتا ہے تو دوسرے مقام پر وہی واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہوتا ہے ۔ جیسا کہ امام ابن کثیر مکی لکھتے ہیں؛

"اصح الطریق ان یفسر القرآن بالقرآن فما اجمل فی مکان فانہ قد بسط فی موضع آخر"[1]

[1] ابن کثیر مکی، ابو الفدا حافظ اسماعیل، (م744)، تفسیر قرآن العظیم، دار المفید

اسی طرح دیگر ائمہ مفسرین نے اسی کی مثل کلام فرمایا۔ علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر قرآن کرتے ہوئے مختلف مقامات پر

اس اسلوب کو بھی اپنایا۔ جیسا کہ آپ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں؛

الم تعلم ان اللہ له ملك السموت والارض وما لكم من دون اللہ من ولی ولا نصیر[1]

ترجمہ: (اے سننے والے) کیا تو تجھے معلوم نہیں کہ زمینوں اور آسمانوں میں بادشاہی اللہ کے لئے

ہے، (اے مسلمانو) اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں:

اس آیت میں بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں لیکن مراد امت ہے۔ جس کی دلیل اسی آیت کریمہ میں "وما لكم من دون اللہ من ولی ولا نصیر" مذکور کلمات ہیں۔[2]

تفسیر القرآن بالسنۃ:

تفسیر القرآن کا دوسرا اسلوب یہ ہے کہ جب تفسیر القرآن بالقرآن ممکن نہ ہو تو تفسیر القرآن بالحدیث کی جائے۔ اس میں مفسر سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔ اس پر علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

---

[1] البقرۃ:107

[2] کاظمی، سید احمد سعید، (م1986)، التبیان مع البیان، (کاظمی پبلی کیشنز ملتان)، 284:1، طبع سوم

"اگر یہ بات (تفسیر القرآن بالقرآن) مفسر کو تفسیر کرنے سے عاجز بنادے تو اسے لازم ہے کہ قرآن کی تفسیر کو سنت صحیحہ سے تلاش کرے۔"[1]

اس کی مثال یہ ہے؛

الرحمن الرحیم[2]

ترجمہ: نہایت رحمت والا، بے حد رحم فرمانے والا

اس آیت کے تحت یوں کلام فرماتے ہیں؛

اللہ تعالیٰ کے یہ مبارک نام اس کی صفت رحمت پر کمال مبالغہ کے ساتھ دلالت کرتے ہیں اور دعا کرنے والے

کو یہ تصور دیتے ہیں کہ جس معبود کی بارگاہ میں تم حاضر ہو کر یہ دعا مانگ رہے ہو وہ ایسا جبار و قہار نہیں جیسا کہ دوسرے مذاہب میں یہ تصور پیش کیا گیا ہے جس کا نتیجہ بندے کے حق میں خوف و ہراس اور ناامیدی کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن نے بتایا کہ خشوع و خضوع کے ساتھ تم جس معبود سے دعا مانگ رہے ہو وہ ایسا رحمٰن و رحیم ہے کہ اس کی رحمت سے دنیا و آخرت کا کوئی فرد محروم نہیں اس کی شان یہ ہے کہ سبقت رحمتی غضبی[3] اور ایک روایت میں ہے غلبت او قال سبقت رحمتی غضبی "[4] میری

[1] السیوطی، جلال الدین، (م 911)، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبہ العلم، اردو بازار لاہور، 1:296

[2] الفاتحہ: 2

[3] القشیری، ابوالحسن مسلم بن حجاج، (م 261ھ) الصحیح المسلم، رقم الحدیث 2751، دار إحياء التراث العربي، بیروت

[4] البخاري، أبو عبد اللہ محمد بن إسماعيل، (255ھ)، الصحیح البخاری، رقم الحدیث 7553، دار طوق النجاة

رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ اور یہ اس حقیقت پر مبنی ہے کہ ربوبیت رحمت کے بغیر متصور نہیں۔"[1]

اقوال صحابہ سے تفسیر:

ماخذ تفسیر میں تیسرا ماخذ اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ قرآن پاک کی تفسیر کرنا ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

"قرآن مجید میں ایسی نادر عبارات کی کمی نہیں جنہیں صرف منقول اقوال اور ماثور روایات کی مدد ہی سے سمجھا جاسکتا ہے، اور مزید لکھتے ہیں تفسیر قرآن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو بھی منقول ہے وہ تمام آراء سے مقدم ہے۔"

علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ آپ نے تفسیر قرآن میں اقوال صحابہ سے بکثرت استدلال کیا۔ جس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ وقال الذین لایعلمون لولا یکلمنا اللہ او تاتینا آیۃ[2] کے تحت کلام فرماتے ہوئے فرماتے ہیں؛

"اس آیت کے تحت دو صحابہ کرام کے اقوال ذکر فرماتے ہیں۔ 1) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ذکر
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ الذین لایعلمون سے مراد مشرکین قریش ہیں کیونکہ آسمانی تعلیمات اور کتب منزلہ میں کسی کتاب کا انہیں کچھ علم نہ تھا، نہ ہی وہ کسی آسمانی کتاب کو مانتے تھے۔ 2) حضرت عبداللہ ابن

[1] التبیان مع البیان، 28:1

[2] البقرۃ:118

عباس کا قول نقل فرماتے ہیں کہ یہاں یہود مراد ہیں۔"[1]

اقوال تابعین سے تفسیرِ قرآن:

چوتھا ماخذ اقوال تابعین سے تفسیر قرآن کرنا ہے۔ جب کہ تفسیر قرآن کرتے ہوئے صحابہ کرام کے اقوال میں سے کوئی قول نہ ملے تو پھر تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ کیونکہ تابعین کرام وہ عظیم لوگ تھے جنہوں نے سرکار نبی کریم ﷺ کے فیض یافتہ و تربیت یافتہ صحابہ کرام سے براہ راست قرآن و حدیث کا فہم حاصل کیا اور رسول

اللہ ﷺ کی حدیث **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم** کا مصداق ہوئے۔ صحابی رسول حضرت سیدنا

سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛

اذا جاءك تفسير مجاهد حسبك به[2]

جب تمہارے پاس مجاہد کی تفسیر آجائے تو وہ کافی ہے۔

غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ یحرفونه کلام الله کی تفسیر میں لکھتے ہیں؛

---

[1] التبیان مع البیان، 302

[2] ابن کثیر، مقدمہ، 5:1

"مجاہد اور سدی نے کہا کہ تحریف کرنے والے علماء یہود ہیں جو توراۃ میں لفظی و معنوی تحریف کرتے تھے۔ وہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے تھے حالانکہ وہ حقیقت حال کو اچھی طرح سمجھتے اور جانتے تھے۔"[1]

تفسیر قرآن اور علم لغت:

ایک مفسر کو تفسیر قرآن کے لئے قرآن پاک کی زبان یعنی عربی زبان کے قواعد وضوابط میں مہارت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفسر کے لئے پندرہ علوم کا جاننا اور ان میں مہارت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے اور ان میں لغت کو سب پر مقدم رکھا۔ حضرت علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو لغت پر کتنا عبور تھا اس کا اندازہ آپ کی تفسیر سے بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے جابجا کلمات کی لغوی تحقیق فرما کر اس فن میں اپنی مہارت کا ثبوت پیش کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ورفعنا فوقکم الطور[2] پر کلام کرتے ہوئے سورہ الاعراف کی آیت واذ نتقنا الجبل۔۔۔الخ "اور (یاد کرو) جب ہم نے پہاڑوں کو ان کی جڑ سے اکھاڑ لیا" سے وارد ہونے والے ایک اعتراض کے جواب کے طور پر اس آیت کی لغوی تحقیق فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں؛

"لغت عرب میں نتق کے اصل معنی قلع یعنی جڑ سے اکھاڑنا ہیں "قال ابو عبیدہ اصل النتق الشئ من

موضعہ" یعنی امام لغت امام ابو عبیدہ نے فرمایا نتق کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو اس کی جگہ سے اکھاڑ دینا[3] اور

[1] التبیان مع البیان، 240

[2] البقرۃ:93

[3] تفسیر کبیر 457:4

یہی مشہور و متعارف ہے۔"[1]

تفسیر قرآن اور علم النحو:

ایک مفسر کے لئے جہاں باقی میں علوم میں مہارت ضروری ہے وہاں علم النحو میں کمال مہارت کا ہونا ضروری

امور میں ہے۔علامہ جلال الدین السیوطی۔۔۔لکھتے ہیں؛

"علم النحو کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ معنوں کا تفسیری اختلافات اعراب کے ساتھ وابستہ ہے۔لہذا اس کا اعتبار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔"[2]

حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس تفسیر میں بیشتر مقامات پر علم النحو کی روشنی میں کلام فرمایا۔فازلھما الشیطان عنھا[3] کی تفسیر میں لکھتے ہیں؛

"یہاں عن تعلیلیہ ہو تو ضمیر مجرور الشجرۃ کی طرف راجع ہے۔یعنی شیطان نے آدم و حوا کو اس درخت کی وجہ
سے پھسلا دیا اگر عن یہاں تعلیل کے لئے نہ ہو تو ضمیر کا مرجع الطاعۃ ہو سکتا ہے جو سیاق کلام سے مفہوم ہے اس
کے علاوہ جنت کی طرف بھی یہ ضمیر راجع ہو سکتی ہے یعنی شیطان نے آدم و حوا کو اللہ تعالیٰ کی طاعت یا جنت

---

[1] لسان العرب،351:10

[2] الاتقان فی علوم القرآن،407:2

[3] البقرۃ:36

سے پھسلا دیا۔"[1]

تفسیر فقہی:

علامہ کاظمی رحمہ اللہ جہاں ایک عظیم الشان مفسر تھے وہاں آپ ایک نامور فقیہ بھی تھے آپ نے تفسیر قرآن

کرتے ہوئے فقہی منہج اختیار فرمایا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ آپ نے قرات خلف الامام جیسے اہم مسئلہ کی

سہل انداز ایسی وضاحت فرمائی اس موقف کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں سورت فاتحہ پڑھنے کا جو حکم دیا ہے اُس کا مفہوم نص قرآنی اور دیگر احادیث مرفوعہ و آثار صحابہ کی روشنی میں یہی ہے کہ امام اور منفرد خود قرأت کرے اور مقتدی کا امام قرأت کرے۔ مقتدی خود خاموش رہے، امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوالہ وانصتوا[2] جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو"۔ روایات کثیرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، ابن عباس سعید بن المسیب مجاہدہ زہری، بیہقی و ابن جریر سے روایات منقول ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا قَرَأَ فَانْصِتُوا "امام جب قرأت کرے تو خاموش رہو"۔

---

[1] التبیان مع البیان،140

[2] الاعراف:204

نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی الفاظ مروی ہیں، إِذَا قَرَ أَفَأَنْصِتُوا صحیح مسلم میں ہے، امام مسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اُنہوں نے فرمایا: هُوَعِندِی صَحِیح۔ یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" من كَانَ لَه اِمَامُ فَقِرَاءَتُ لَهُ قِرَاءَة "جس کا امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ حضرت عطا بن یسار نے حضرت زید بن ثابت سے امام کی معیت میں قرأت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا امام کے ساتھ کسی شئ میں قرأت نہیں۔ جب امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ مقتدی نے قرأت نہیں کی، امام کی قرأت حقیقت ہے اور مقتدی کی حکماً۔ اس کی ایک اور واضح دلیل یہ ہے کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اُس نے رکعت کو پالیا۔ ظاہر ہے کہ امام کو رکوع میں پانے والا حقیقتاً قرأت نہیں کرتا، اگر کوئی یہ کہے کہ امام کو رکوع میں پاکر مقتدی سورت فاتحہ بڑھ سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رکوع و سجود کی حالت میں قرآن کی قرأت ممنوع ہے۔ نماز جنازہ میں قرأت قرآن نہیں۔ جن روایات میں سورت فاتحہ کا پڑھنا وارد ہے وہ دعا اور ثنا پر محمول ہیں جو ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔

مزید لکھتے ہیں کہ:

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں حرف ضاد کو اس کے اصل مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کی جائے بعض لوگ ضاد کی بجائے ظا پڑھتے ہیں، یہ جائز نہیں، ایسی صورت میں فقہاء نے فساد صلوٰۃ کا قول کیا ہے۔

خاص عربی النسل حضرات جنہیں الناطِقِینَ بِالضَّاد کہا جاتا ہے، بلا تکلف اس حرف کو صحیح طور پر ادا کرتے ہیں اور عام اہل عرب بھی ضاد کو ظا نہیں پڑھتے۔[1]

تفسیر کلامی:

حضرت کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن واحادیث کی روشنی میں صحیح تعلیمات اہل سنت و جماعت کے فروغ، اصلاح عقائد کے لئے جو سعی آپ نے کی وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ ایک مقام پر "عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کا رد" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

عیسائی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوا علیہا السلام دونوں کو درخت کھانے سے منع فرمایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت سے پھل کھانے کی جرات نہیں کی یہ گناہ حضرت حوا نے کیا اور اسی نے آدم علیہ السلام کو وہ درخت کھلا دیا۔ اصل گناہ عورت کا ہے جو بطور میراث اس کی نسل میں چلا اور آدم وحو کی اولاد کے ہر فرد کو وہ گناہ میراث میں پہنچا۔ پوری نسل آدم گنہگار قرار پائی۔ ایک گنہگار دوسرے گنہگار کے لیئے کفارے کا ذریعہ نہیں ہو سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مریم کے پیٹ سے پیدا ہونے والے اپنے اکلوتے بیٹے یسوع مسیح کو آدم وحوا کی پوری نسل کے گناہوں کے لئے کفارہ بنا دیا اور یسوع نے سب انسانوں کو نجات دے دی۔

عقل سلیم کی روشنی میں کسی طرح بھی یہ بات درست نہیں ہو سکتی کیونکہ جب گناہ کا اصل مرکز عورت ہوئی تو جو فرد باپ کے بغیر صرف عورت سے پیدا ہو وہ ان سے زیادہ گناہ گار قرار پائے گا جو ماں باپ سے پیدا ہوئے۔ پھر دوسروں کے لئے اس کا نجات دہندہ ہونا کیوں کر ممکن ہو گا۔ علاوہ ازیں اسلام نے اس نظریہ کا بڑی سختی سے رد کیا ہے کہ ایک گناہ دوسرے کے نامہ اعمال میں لکھا جائے ہر شخص کا گناہ وہی ہے جو اس نے خود کیا پھر

---

[1] التبیان مع البیان صفحہ 36

یہ بات تو بالکل ہی خلاف عقل ہے کہ دوسروں کے گناہوں کی سزا ایک بے گناہ کو دے دی جائے۔ قرآن نے فرمایا: لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (انعام: آیت 164 کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا)۔ کیونکر ہو سکتا ہے کہ بے گناہ مسیح کے سر پر سب انسانوں کے گناہوں کا بوجھ رکھ دیا جائے۔ بیشک انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں کے لئے نجات کی راہیں کشادہ کرنے کے لئے آئے ہیں لیکن نجات اسی کو ملتی ہے جو ان کے پیغام کو قبول کر کے نجات کی راہوں پر گامزن ہو۔[1]

شان رسالت کا بیان اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ:

علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پوری زندگی فدائے رسول، جانثار شان رسالت اور پاسبان ناموس رسالت رہے۔ جب بھی سرکار نبی کریم ﷺ کا تذکرہ چھڑ جاتا ہے تو عشق رسول ﷺ سے معمور آپ کا کلام مشام جان کو معطر کرتا۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے دیوانہ وار جھوم جاتے اور اش اش کر اٹھتے۔ یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں؛

"مخفی نہ رہے کہ کلمہ صریحہ محتاج نیت نہیں ہوتا نہ وہ تاویل کو قبول کرتا ہے۔ اس لئے توہین کے معنی

میں جو کلمہ صریح ہو وہ نیت کے بغیر بھی توہین ہے۔ اگر اس میں تاویل کی جائے تو درست نہ ہو گی کیونکہ الصراح لایقبل التاویل۔ شان رسالت میں اس قسم کے کلمات توہین کی نیت کے بغیر بھی ہوں تو، توہین ہونے کے باعث کفر ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ اہل حق کو اس جائز قول و فعل سے بھی روکا جائے جو اہل باطل کی غلط نظریہ کی

[1] التبیان مع البیان صفحہ 155،156

تقویت کا موجب ہو۔ صحابہ کرام کو راعنا کہنے سے روکا گیا کیوں کہ ان کے اس قول سے منافقین کے گستاخانہ رویہ کو تقویت پہنچتی تھی"[1]

ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[2] کے تحت فرماتے ہیں؛

"مخفی نہ رہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر اللہ کے ذکر سے جدا نہیں ہے۔ درود شریف، کلمہ شہادت ،اذان، اور نماز میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ حضور ﷺ کا ذکر شامل ہے حضور کے ذکر کے بغیر نہ اذان ہوگی، نہ درود، نہ ہی کلمہ شہادت، نہ نماز۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ذکر سے مسجدیں آباد ہوتی ہیں معلوم ہوا کہ

ذکر رسول سے روکنا بھی مسجدوں کو ویران کرنا ہے۔"[3]

نتیجہ البحث:

1. ان مذکورہ بالا مثالوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کتنے بڑے مفسر و محدث تھے۔ آپ نے اپنی اس تفسیر میں جابجا تفسیر قرآن کے ان اسالیب سے خوبصورت استدلال فرمائے،
2. موقع بہ موقع فقہی احکام بھی اختصار و جامعیت کے ساتھ بیان فرمائے اور رازیؒ و غزالیؒ کے فلسفہ و علم الکلام کی یاد تازہ کرتے ہوئے قرآن کے اسرار و رموز کے بے شمار موتی بکھیرے

---

[1] التبیان مع البیان،275

[2] البقرۃ:114

[3] التبیان مع البیان،294

3. آپ علیہ الرحمہ نے منفرد اور نئے انداز سے ایسے ایسے مشکل عقدوں کو حل کیا کہ پڑھنے والے کے دل میں عظمت قرآن مزید فزوں تر ہوتی ہے اور عشق مصطفیٰ ﷺ کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔

4. قاری آپ علیہ الرحمہ کے انداز اسلوب و بیان نہایت سہل اور پڑھنے والے کو فہم قرآن کی راغب کرنے والا ہے۔